باب 4

قوانین کی تفہیم

آپ ہندوستان کے بعض قوانین سے یقیناً واقف ہوں گے۔ مثلاً وہ قانون جو شادی کرنے کے لیے مخصوص عمر کی شرط عائد کرتا ہے یا وہ جو انتخابات میں رائے دہی کا حق حاصل کرنے کے لیے مخصوص عمر کی شرط ظاہر کرتا ہے۔ ممکن ہے آپ جائداد کی خرید وفروخت کے قوانین سے بھی واقف ہوں۔ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ ہندوستان میں قوانین بنانے کا اختیار پارلیمنٹ کو حاصل ہے۔ کیا ان قوانین کا اطلاق ہر شہری پر ہوتا ہے؟ نئے قوانین کس طرح وجود میں آتے ہیں؟ کیا کچھ قوانین ایسے بھی ہو سکتے ہیں جنھیں لوگ قبول نہ کریں یا جو متنازعہ ہوں؟ ان حالات میں بحیثیت شہری ہمیں کیا کرنا چاہیے۔

کیا قوانین کی پابندی ہر ایک کے لیے لازمی ہے؟

ذیل میں دی ہوئی صورت حال کو پڑھ کر اس کے بعد دیے ہوئے سوالوں کے جواب دیجیے۔

ایک سرکاری افسر کے بیٹے کو اس کے ایک جرم پر ضلعی عدالت نے دس سال کی قید کی سزا سنائی ۔ اس افسر نے اپنے بیٹے کے روپوش ہونے میں اس کی مدد کی تھی

آپ کے خیال میں کیا سرکاری افسر کا اقدام درست تھا؟ کیا مجرم بیٹے پر قانونی کارروائی صرف اس لیے نہ کی جائے کہ اس کا باپ معاشی اور سیاسی اعتبار سے طاقتور ہے؟

مذکورہ بالا عمل قانون شکنی کی کھلی مثال ہے۔ یونٹ 1 میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ مجلس قانون ساز (Constituent Assembly) کے اراکین اس اصول پر متفق تھے کہ آزاد ہندوستان میں اپنے عہدے یا اقتدار کا من مانے ڈھنگ سے استعمال نہیں کر سکے گا، اس لیے دستور میں انھوں نے کئی ایسی دفعات شامل کیں جن سے قانون کی بالادستی اور فرمانروائی قائم ہو سکے۔ ان میں سب سے اہم نکتہ یہ ہے کہ آزاد ہندوستان میں قانون کی نظر میں ہندوستان کے سارے شہری یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔

ہندوستانی دستور مذہب، ذات پات اور جنس کی بنیاد پر شہریوں میں کوئی تفریق نہیں کرتا۔ قانون کی بالادستی کا مطلب یہ ہے کہ سارے قوانین ہندوستان کے تمام شہریوں پر مساوی طور پر عائد ہوتے ہیں اور کوئی بھی فرد قانون سے بالاتر نہیں ہے۔ قانون کی پابندی ہر کسی کے لیے لازمی ہے۔ نہ کوئی سرکاری عہدے دار، نہ کوئی دولت مند شخص اور نہ ہی صدر جمہوریۂ ہند اس سے مستثنیٰ ہیں۔ ہر جرم اور قانون شکنی کی مخصوص سزا ہے اور جرم ثابت کرنے کا طریقۂ کار بھی مقرر ہے۔ لیکن کیا پہلے بھی ہمیشہ ایسا ہی ہوتا تھا؟

زمانۂ قدیم میں بے شمار مقامی قوانین تھے۔ ان میں جو اکثر ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہوتے تھے۔ سماج کے بہت سے فرقے قوانین کے نفاذ میں الگ الگ اختیاری حقوق رکھتے تھے۔ بعض حالات میں ایسا بھی ہوتا تھا کہ دو افراد ایک ہی جرم میں ملوث اور سزاوار پائے گئے لیکن ذات پات کی بنیاد پر ان لوگوں کو الگ الگ سزائیں ملیں۔ نچلی ذات کے لوگوں کو زیادہ سخت سزا دی جاتی تھی۔ یہ سماجی صورت حال آہستہ آہستہ بدلنے لگی، خصوصاً غیر ملکی اقتدار کے دور میں جب قانونی نظام ارتقا پذیر ہوا۔

برطانوی حکومت کے تحکمانہ کے رجحان کی ایک دوسری مثال رولٹ ایکٹ (Rowlatt Act) ہے جس کی رو سے برطانوی حکومت کو یہ اختیار تھا کہ وہ کسی فرد کو بغیر عدالتی کارروائی کے گرفتار کرلے۔ قوم پرست ہندوستانیوں نے گاندھی جی کے ساتھ رولٹ ایکٹ کے خلاف سخت احتجاج کیا۔ شدید مخالفت کے باوجود رولٹ ایکٹ 10 مارچ 1919 میں نافذ کیا گیا۔ پنجاب میں اس قانون کے خلاف پُرزور احتجاج جاری رہا اور 10 اپریل کو اس تحریک کے دو رہنما ڈاکٹر ستیہ پال اور ڈاکٹر سیف الدین کچلو کو گرفتار کرلیا گیا۔ اس کے خلاف آواز اٹھانے کے لیے 13 اپریل کو جلیان والا باغ امرتسر میں ایک عوامی جلسہ ہوا۔ جنرل ڈائر اپنے پولیس دستے کے ساتھ باغ میں داخل ہوا۔ سپاہیوں نے باہر نکلنے کا واحد راستہ بند کردیا اور بغیر پیشگی اطلاع کے جنرل ڈائر نے پولیس دستے کو فائرنگ کا حکم دے دیا۔ کئی سو آدمی گولیوں کا شکار ہوئے اور کہیں زیادہ تعداد میں زخمی ہوئے۔ زخمی ہونے والوں میں خواتین اور بچے بھی شامل تھے۔ مصور کی بنائی ہوئی ذیل کی تصویر میں پولس دستے کو جلیان والا قتل عام میں لوگوں پر گولیاں برساتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔

عموماً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ ہندوستان میں قانونی نظام برطانوی دور میں ہی شروع ہوا۔ مؤرخین نے بعض دلائل کی بنیاد پر اس خیال سے اختلاف کیا ہے۔ پہلی دلیل یہ ہے کہ برطانوی قانون کا نظام آمرانہ اور تحکمانہ تھا۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ خود ہندوستانی باشندوں نے برطانوی حکومت کے دور میں قانونی نظام کی تشکیل و ترقی میں نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ برطانوی اختیار کی ایک مثال 1870 کا **بغاوت ایکٹ (Sedition Act)** ہے جو برطانوی قانون کا ایک جُز بنا رہا۔ اس ایکٹ سے آشوبِ انگیزی یا بغاوت کا واضح مفہوم یہ ہے کہ کوئی بھی شخص جو برطانوی حکومت کے خلاف احتجاج کرے یا اس پر نکتہ چینی کرے اسے بغیر عدالتی کارروائی کے گرفتار کیا جاسکتا ہے۔

ہندوستانیوں نے انگریزی حکومت کے آمرانہ مزاج اور من مانی کے قانون پر اعتراض کیا اور احتجاج کرنے لگے۔ انھوں نے مساوات حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کا آغاز کردیا۔ ہندوستانی اس قانونی نظام کو بدلنا چاہتے تھے جو انھیں مجبوراً تسلیم کرنا پڑا تھا۔ اس کے بجائے وہ اس قانونی نظام کو اختیار کرنا چاہتے تھے جو انصاف پر مبنی ہو۔ انیسویں صدی کے آخر تک ہندوستانی لوگ قانونی پیشے اختیار کرنے لگے اور بحیثیت قانون شناس اور قانون داں ہندوستان کی عدالتوں میں عزت کی نظر سے دیکھے جانے لگے۔

یہ ماہرین قانون کی مدد سے ہندوستانیوں کو ان کے قانونی حقوق دلانے میں مصروف ہو گئے۔ ہندوستانی منصف بھی عدالتی فیصلوں میں اہم کردار ادا کرنے لگے۔ اس طرح انگریزوں کے دور میں ہندوستانیوں نے کئی طریقوں سے قانون کی بالادستی کے فروغ میں نمایاں کردار ادا کیا۔

دستور ہند کے نفاذ سے یہ دستاویز ہمارے منتخبہ نمائندوں کے لیے ہندوستانی قانون اور اصول وضع کرنے کا سرچشمہ بن گئی۔ ہر سال ہمارے نمائندے کئی نئے قانون بناتے ہیں یا مروجہ قوانین میں ترمیم کرتے ہیں۔ آپ اپنی چھٹی جماعت کی کتاب میں ہندو وراثت کے قانون میں ترمیم کا ایکٹ 2005 پڑھ چکے ہیں۔ ترمیم شدہ قانون کے مطابق بیٹے، بیٹیاں اور ماں کو خاندانی وراثت میں مساوی حصہ ملے گا۔ اسی طرح آلودگی پر قابو پانے اور روزگار فراہم کرنے کے لیے نئے قانون بنائے گئے ہیں۔ لوگوں کو کس طرح یہ خیال آتا ہے کہ نیا قانون بنانا ضروری ہے اور کس طرح وہ اپنا خیال پیش کرتے ہیں؟ اس بارے میں آپ اگلے باب میں اور زیادہ معلومات حاصل کریں گے۔

لفظ من مانی (Arbitrary) اس کتاب میں پہلے بھی استعمال ہوا ہے۔ آپ نے باب 1 کے الفاظ ومعانی کے تحت اس کا مطلب بھی پڑھا ہے۔ اس باب میں لفظ آشوب یا بغاوت (Sedition) کا مطلب الفاظ ومعانی کے تحت دیا گیا ہے۔ ان کا مطلب پڑھ کر ذیل کے سوالوں کا جواب دیجیے:
وجوہات کے ساتھ بیان کیجیے کہ آپ 1870 کے بغاوت ایکٹ کو من مانا کیوں سمجھتے ہیں؟ 1870 کا بغاوت ایکٹ کس طرح قانون کی بالادستی کے منافی ہے؟

نئے قوانین کس طرح وجود میں آتے ہیں؟

نئے قوانین بنانے میں پارلیمنٹ اہم کردار ادا کرتی ہے۔ قانون سازی کا عمل کئی طریقوں سے گزر کر انجام پاتا ہے۔ اکثر سماج کے مختلف گروہ نئے قانون بنانے کی ضرورت کا احساس دلاتے ہیں۔ پارلیمنٹ کا ان مسائل سے باخبر رہنا ضروری ہے جن سے عوام دوچار ہیں۔ ذیل میں ایک واقعہ درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ گھریلو تشدد پر پارلیمنٹ کی توجہ کس طرح مبذول کرائی گئی اور پارلیمنٹ نے کس طریقے سے اس مسئلے کے حل کے لیے ایک قانون بنایا۔

گھریلو تشدد سے مراد ایک بالغ مرد کا کسی فرد کو، عموماً شوہر کا اپنی بیوی کو زخمی کرنا، تکلیف دینا یا نقصان پہنچانے کی دھمکی دینا ہے۔ یہ تشدد، جسمانی اذیت یعنی مار پیٹ کرنا یا ذہنی تناؤ میں مبتلا کرنا بھی ہو سکتا ہے۔ عورت کی بے عزتی بد کلامی سے، جنسی رویہ سے اور مالی طور پر ہراساں کرنے سے ہوتی ہے۔ خواتین کے تحفظ کے لیے بنائے ہوئے قانون گھریلو تشدد ایکٹ 2005 میں لفظ گھریلو (Domestic) کو وسیع معنوں میں ان تمام خواتین کے لیے استعمال کیا گیا ہے جو خاندان کے ایک فرد کی حیثیت سے کسی ایسے مرد کے ساتھ رہتی ہیں یا رہتی آئی ہیں جو ان پر تشدد کرتا ہے۔

اکتوبر 2006

اپریل 1991: آفس کا ایک عام دن......

1999 میں وکلا کی مجلس (وکلا کا ایک گروہ)، قانون کے طلبا اور سماجی کارکنوں نے ملک گیر آرا اور مشوروں کے بعد خانگی تشدد (مدافعت اور حفاظت) قانون کا مسودہ تیار کرنے میں پہل کی۔ اس مسودے کو بڑے پیمانے پر لوگوں تک پہنچایا گیا۔

1990 کی دہائی میں نئے قانون کی ضرورت پر مختلف اداروں نے زور دیا۔

اس مسئلہ پر مختلف تنظیموں کے نمائندوں کے ساتھ مذاکرات ہوئے۔

خواتین کی بہت سی تنظیموں اور نیشنل کمیشن فار وومین نے پارلیمنٹری اسٹینڈنگ کمیٹی کی خدمت میں عرضداشت پیش کی۔

آخر 2002 میں پارلیمنٹ میں اس مسئلہ پر ایک بل پیش کیا گیا لیکن......

دسمبر 2002 میں اسٹینڈنگ کمیٹی نے اپنی سفارشات راجیہ سبھا کو پیش کیں اور اسی کے ساتھ لوک سبھا کی میز پر بھی غور وخوض کے لیے رکھی گئیں۔ کمیٹی نے اپنی روداد کے مطابق خواتین کے بہت سارے مطالبات کو منظور کیا۔ آخر میں ایک نیا بل نئے سرے سے پارلیمنٹ میں 2005 میں پیش کیا گیا۔ دونوں ایوانوں سے منظوری مل جانے کے بعد اسے صدر جمہوریہ کے پاس ان کی رضامندی کے لیے بھیجا گیا۔ خانگی تشدد سے خواتین کے تحفظ کا ایکٹ 2006 میں رائج ہو گیا۔

اکتوبر 2006 میں منعقدہ پریس کانفرنس

پریس کانفرنس جاری ہے ....

آپ خانگی تشدد سے کیا سمجھتے ہیں؟ ایسے دو حقوق بیان کیجیے جو جبر و تشدد سے رہائی پانے والی خواتین کو نئے قانون سے حاصل ہوئے ہیں۔

کیا آپ کوئی ایسا واقعہ بیان کر سکتے ہیں جس میں کثیر تعداد میں لوگوں کو اس قانون کی ضرورت کا احساس ہوا ہو؟

مندرجہ بالا کہانی بورڈ پڑھ کر کیا آپ ایسے دو طریقے بیان کر سکتے ہیں جو لوگوں نے پارلیمنٹ کو متوجہ کرنے کے لیے اختیار کیے؟

اکثر خواتین جو تشدد یا بے عزتی برداشت کرتی ہیں انھیں مظلوم سمجھا جاتا ہے۔ لیکن خواتین مختلف طریقوں سے ان حالات کا سامنا کرتے ہوئے بہرحال زندہ رہتی ہیں انھیں مظلوم کہنے کے بجائے جانبر (Survivors) کہنا چاہیے۔

اس اشتہار میں شامل ”برابری کے رشتے تشدد سے آزاد ہوتے ہیں“ (Equal Relationships are Violence Free) فقرے سے آپ کیا سمجھتے ہیں؟

مذکورہ مثالوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عوام کے مسائل سے متعلق قانون بنانے میں تمام شہری پارلیمنٹ کا تعاون کر سکتے ہیں اور اپنا شہری کردار ادا کر سکتے ہیں۔ نئے قانون بنانے کی ضرورت کو تسلیم کرانے سے نافذ ہونے تک شہریوں کی آواز ایک اہم عنصر کی حیثیت رکھتی ہے۔شہریوں کی یہ آواز ٹی وی رپورٹ، اخبارات کے اداریے، ریڈیو کی نشریات اور مقامی جلسوں میں سنائی دیتی ہے۔ ان تمام ذرائع سے پارلیمنٹ کی کارکردگی، اس کی شفافیت عوام تک باآسانی پہنچ جاتی ہے۔

ناپسندیدہ اور متنازعہ قوانین

آیئے ایسے حالات پر غور کریں جہاں پارلیمنٹ جب کوئی قانون بناتی ہے اور عوام کو وہ قانون پسند نہیں ہوتا تو وہ بڑی شدت سے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتے ہیں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی قانون دستور کے مطابق تو صحیح ہوتا ہے لیکن عوام کی نظر میں وہ ناقابل قبول اور ناپسندیدہ ہوتا ہے کیوں کہ ان کے خیال میں یہ قانون کسی نامناسب ارادے یا مقصد سے بنایا گیا ہوتا ہے اور بالآخر نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ لوگ اس قانون کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں، نکتہ چینی (Criticise) کرتے ہیں، اس کے خلاف عوامی جلسے منعقد کرتے ہیں، اخبارات میں لکھتے ہیں اور ٹی وی نیوز چینل پر اسے ماننے سے انکار کرتے ہیں۔ ہماری جیسی جمہوریت میں عوام کے اختیار کو سلب کرنے (Repressive) والے قانون کو تسلیم نہ کرنے کے سلسلے میں اپنی ناپسندیدگی کے اظہار کا حق حاصل ہے۔ جب عوام کی اکثریت کو یہ احساس ہوتا ہے کہ غلط قانون منظور کیا گیا ہے تو پارلیمنٹ پر یہ دباؤ پڑتا ہے کہ اس قانون میں ترمیم کرے۔

مثال کے طور پر میونسپلٹی کے بہت سے قوانین ایسے ہیں جن کی رو سے میونسپل حدود میں واقع میونسپل ملکیت کی جگہ پر اور گلیوں میں پھیری والوں کے کاروبار غیر قانونی ہیں۔ اس بات سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ شہریوں کے لیے کچھ جگہ خالی ہونی چاہیے تاکہ وہ اسے آمدورفت کے لیے آسانی سے استعمال کر سکیں۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ پھیری والے ضروریات زندگی کی چیزیں لاکھوں شہریوں کو کم قیمت میں فراہم کرتے ہوئے سماجی خدمت کر رہے ہیں۔ یہ ان کی روزی کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ اگر قانون سے ایک گروہ کی حمایت ہوتی ہے اور دوسرا گروہ نظرانداز ہوتا ہے تو یہ قانون متنازعہ ہو جاتا ہے اور آخر اختلاف کی صورت حال پیدا

آپ گذشتہ صفحات میں قانون کی حکمرانی کے سلسلے میں پڑھ چکے ہیں کہ برطانوی حکومت نے من مانے طور پر جبر وتشدد کے قوانین جاری کیے تھے۔ ہندوستانیوں نے ان کے خلاف احتجاج کیا۔ ہندوستانی تاریخ میں ایسی بہت سی مثالیں ملتی ہیں جن میں افراد اور گروہوں نے ان غیر منصفانہ قوانین کو ختم کرانے کی جدوجہد کی۔ ساتویں جماعت میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ روزا پارک نام کی ایک افریقی امریکن خاتون نے بس میں ایک سفید فام خاتون کے لیے اپنی جگہ چھوڑ دینے سے انکار کر دیا۔ یہ واقعہ یکم دسمبر 1955 کا ہے۔ وہ افریقی نژاد خاتون اس قانون کے خلاف احتجاج کر رہی تھی جو افریقی امریکی اور سفید فام لوگوں کے درمیان تمام عوامی جگہوں پر، یہاں تک کہ گلیوں میں بھی تفریق برقرار رکھنے کے حق میں تھا۔ اپنی جگہ سے نہ اٹھنا اور سفید فام کو جگہ دینے سے انکار کرنا ایک کلیدی واقعہ تھا جو شہری حقوق کی تحریک کے آغاز کی علامت بن گیا۔ آخر کار 1964 میں شہری حقوق ایکٹ کا نفاذ عمل میں آیا جس سے ریاستہائے متحدہ امریکہ میں نسل، مذہب اور جائے پیدائش کی بنیاد پر تفریق کرنا ممنوع قرار دیا گیا۔

ہوجاتی ہے۔ جولوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ قانون سب کے ساتھ انصاف نہیں کرتا تو وہ مسئلہ کے حل کے لیے عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتے ہیں۔ عدالت کو یہ اختیار ہے کہ اگر کوئی قانون دستور کے مطابق نہیں ہے تو وہ اس کی اصلاح کرے یا رد کردے۔

کیا آپ کو ساتویں جماعت کی کتاب میں شامل خواتین کی تحریک کا وہ تصویری مضمون یاد ہے؟ اس مضمون کی تصویروں میں عوام کے احتجاج کرنے، تحریک چلانے اور متحد رہنے کے مختلف طریقے ظاہر کیے گئے ہیں۔ اس صفحہ کی تصویروں سے غیر منصفانہ یا باطل قانون کے خلاف احتجاج کرنے کے کچھ اور طریقے دکھائے گئے ہیں:

ایک ہفتہ اخبار پڑھیے اور ٹی وی سے نشر ہونے والی خبریں سنیے۔ دیکھیے کہ ان خبروں میں کسی ایسے ناپسندیدہ قانون کا ذکر ہے جس کے خلاف ہندوستان کے شہری یا کسی مقام کے عوام ان دنوں احتجاج کر رہے ہیں۔

ان تصویروں میں دکھائے ہوئے احتجاج کے تین طریقوں کی سلسلہ وار فہرست بنائیے۔

ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ محض نمائندوں کا انتخاب کر لینے سے ہمارا کام ختم نہیں ہوجاتا۔ دراصل اس کے بعد اخبارات اور میڈیا کے ذریعے ہم اپنے نمائندوں یعنی پارلیمانی اراکین کے کاموں کا جائزہ لیتے ہیں اور ضرورت محسوس ہونے پر تنقید کرتے ہیں۔ چنانچہ یہ بات ہمارے ذہن میں پختہ ہونی چاہیے کہ یہ عوام کی دلچسپی، نگہداری اور جوش ہی ہے جو مجموعی طور پر ہمارے نمائندوں کو بہتر کارکردگی کے لیے مائل اور مجبور کرتا ہے۔ عوام کا یہ عمل پارلیمنٹ سے تعاون کا ثبوت ہوتا ہے۔

مشقیں

1۔ 'قانون کی بالا دستی' سے آپ کیا سمجھتے ہیں، اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔ اپنے جواب میں ایک خیالی یا حقیقی مثال پیش کیجیے جس سے قانون کی بالا دستی سے انکار یا قانون شکنی ظاہر ہوتی ہو۔

2۔ ایسی دو وجوہ بیان کیجیے جن کی بنیاد پر مؤرخین نے اس دعوے کو غلط قرار دیا ہے کہ ہندوستان میں قانون کی بالا دستی کی ابتدا انگریزوں نے کی۔

3۔ خانگی تشدد کا نیا قانون پاس کرانے کی تحریک کے واقعات کو دوبارہ پڑھیے۔ خواتین کے مختلف گروہوں نے اپنی جدوجہد سے یہ کامیابی جس طریقے سے حاصل کی اسے اپنے الفاظ میں بیان کیجیے۔

4۔ صفحہ 45 - 44 کے ذیل کے جملے کا آپ نے کیا مطلب سمجھا، اپنے الفاظ میں بیان کیجیے: انھوں نے برابری کا درجہ حاصل کرنے کے لیے جدوجہد کا آغاز کیا۔ ہندوستانی اس قانونی نظام کو بدلنا چاہتے تھے جو انھیں مجبوراً تسلیم کرنا پڑتا تھا۔ اس کے بجائے وہ اس قانونی نظام کو اختیار کرنا چاہتے تھے جو انصاف پر مبنی ہو۔

فرہنگ

نکتہ چینی کرنا (Criticise): کسی چیز میں عیب یا خرابی تلاش کرنا، کسی شخص کی کمزوری یا خامی بتانا۔ اس باب میں نکتہ چینی سے مراد حکومت کے کام کاج کی غلطیوں کو نمایاں کرنا ہے۔

ارتقا (Evolution): نشو و نما یا ترقی کا عمل جس میں آسان حالت، پیچیدہ حالت اختیار کرتی جاتی ہے، عموماً نباتات یا حیوانات کی کسی نسل کی مسلسل نشو و نما اور ترقی کے لیے لفظ ارتقا کا استعمال ہوتا ہے۔ اس باب میں ارتقا سے مراد وہ طریقہ ہے جس میں خانگی تشدد سے خواتین کو محفوظ رکھنے کی ایک ہنگامی ضرورت ایک نئے قانون کی شکل اختیار کر لیتی ہے جو پورے ملک میں نافذ کیا جاتا ہے۔

آشوب یا بغاوت (Sedition): اس قانون کا اطلاق ہر اس عمل پر ہوتا ہے جو حکومت کی نظر میں بغاوت کرنے یا مدافعت کو تحریک دینے پر اکساتا ہے۔ ان حالات میں حکومت لوگوں کو گرفتار کرنے میں کسی خاص ثبوت کی ضرورت نہیں سمجھتی۔ 1870 کے بغاوت کے قانون کا دائرہ بہت وسیع تھا۔ اس قانون کے تحت وہ (انگریز افسر) جسے بھی چاہتے گرفتار کر لیتے یا عارضی طور پر قید کر لیتے تھے۔ ہندوستانی قوم پرستوں کے نزدیک یہ قانون من مانا تھا کیوں کہ وہ مختلف ایسی وجوہات کی بنا پر گرفتار کر لیے جاتے تھے جن کے متعلق انھیں عموماً پیشگی اطلاع نہیں دی جاتی تھی۔ اس کے علاوہ جو گرفتار کیے جاتے انھیں بغیر مقدمہ چلائے بند رکھا جاتا تھا۔

جابرانہ (Repressive): رائے کے اظہار کی آزادی کو پنپنے نہ دینا اور رائے عامہ کو سختی سے کچلنا۔ اس باب میں جابرانہ (Repressive) سے مراد وہ جبر یا وہ قوانین ہیں جو عوام سے بے رحمی کا سلوک روا رکھتے ہیں اور اکثر انھیں بنیادی حقوق کا استعمال کرنے کے حق سے محروم رکھتے ہیں، یہاں تک کہ اپنی رائے کا اظہار کرنے اور جلسہ کرنے سے بھی روکتے ہیں۔